معیار: علمی وتحقیقی مجلّہ, شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، جلد:۱، شمارہ:۲ جولائی-دسمبر۲۰۰۹ء

سلسلۂ چشتیہ کا ملفوظاتی ادب: خوش خرام فارسی اشعار کی باز گشت

عبدالعزیز ساحر

دنیائے ادب میں انتخابِ شعر کی روایت بہت پرانی ہے۔ اوّل اوّل تذکروں میں شعرا کے انتخابِ کلام کا سلسلہ شروع ہوا اور بعد میں اس کام میں موضوعاتی اور فکری رنگارنگی پیدا ہوتی گئی۔ اب تک کتنے ہی ایسے مجموعے مرتب ہوئے، جو 'ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است' کے مصداق متنوع رنگوں اور معیارات کے حامل ہیں۔ مختلف شعرا کے کلام پر مبنی انتخابات بھی منصۂ شہود پر آئے اور ایسے مجموعے بھی جلوہ گر ہوئے، جن میں انتخاب کاروں نے اپنے اپنے ذوق کے پیشِ نظر مختلف شاعروں کی غزلیں منتخب کیں۔ ابیات اور فردیات کا انتخاب بھی ہر دور میں ہوتا رہا۔ اس میں مرتبین کے دلی معاملات بھی کھلتے رہے اور ان کے وجدانی اور مکاشفاتی مقامات کی ترجمانی بھی ہوتی رہی۔ اس سلسلے کے کئی مجموعے شائع بھی ہوئے اور کئی بیاضیں اور انتخابات ہنوز محرمِ حسن کو ترستے ہیں۔ اشعار کے انتخاب میں جہاں مرتب اور جامع کا ذوقِ نظر اور حسنِ آہنگ منکشف ہوا، وہیں تخلیق کاروں کے حسنِ خیال کی رعنائی بھی وسعت آشنا رہی۔ ایسے اشعار دواوین سے نکل کر ادب وشعر کے گلی کوچوں میں آوارہ خرام ہوئے، تو ان کی تخلیق کاروں سے نسبت قصۂ پارینہ بن گئی اور یوں اس کوچہ گردی اور آوارہ خرامی میں ان کا سلسلۂ انتساب بھی گم (یا بعض صورتوں میں کمزور) ہوتا گیا۔ اکثر اشعار اپنے تخلیق کاروں سے جدا ہو کر کہیں دور دیسوں میں نکل گئے اور ان کی آوارہ گردی نئے منظر ناموں کی عکاس ہوئی۔ مولانا رحمت اللہ شیروانی نے اردو کے نامور محقق قاضی عبدالودود کے اتباع میں فارسی کے ایسے آوارہ گرد اشعار کو تحقیق و تدقیق کے عمل سے گزارا اور ان کو ان کے تخلیق کاروں کے حوالے کیا، جو ان اشعار کی شہرت اور ناموری سے لذت آشنا تو یقیناً تھے، لیکن ان کی آوارہ خرامی اور عدم انتساب کی کیفیت ان شعرا کے لیے سوہانِ روح سے کم نہ تھی۔

ذیل میں راقم الحروف نے ایسے فارسی اشعار کا انتخاب کیا ہے، جو سلسلۂ چشتیہ کے چمنستانِ مجالس میں خوش خرام بھی رہے اور خرام آور بھی۔ ان کی آب وتاب چشتی صوفیہ کے حسنِ خیال اور خیالِ حسن کی کیفیات سے لذت گیر رہی اور یوں یہ اشعار ملفوظاتی اور طبقاتی ادبیات میں بار پاتے رہے اور بار بار پاتے رہے۔ ان کی خوش خرامی، خرام آوری کے مناظر بھی منعکس کرتی رہی اور ان کی خوش بو سے مجالس کی رنگارنگی بھی معطر رہی، کیوں کہ ایک زمانہ تھا، جب سلسلۂ چشتیہ کی خانقاہیں معاشرے میں مرکزیت کی حامل تھیں اور پورا معاشرہ ان کے گرد، گردش کناں تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پھر تہذیبی اقدار بدل گئیں اور روحانیت پر مادی رویے غالب آنے لگے۔ اس عہدِ کم توفیق میں یوں تو ہونے کو کیا نہیں ہوا، لیکن سب سے بڑی بربادی جو ہوئی، وہ یہ تھی کہ انسان محبت کے لہجے میں باتیں کرنا بھول گیا؛ صوفی کی مجلسِ ارشاد

* ایسوسی ایٹ، پروفیسر، شعبۂ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

میں اڑتے رنگ ماند پڑ گئے؛ محفلِ سماع کی خوشبو بکھر گئی؛ سوز و گداز کی کیفیات وجدان کی معرفت سے محروم ہوئیں؛ عمل پر بے عملی کا رویہ غالب آ گیا؛ رقص اور دھمال کے قصے خواب و خیال بن کر رہ گئے؛ معاشرتی زندگی کی اکائی ٹوٹ گئی؛ حُسنِ خیال کا شیرازہ بکھر گیا؛ رعنائی خیال کا تصور صوفی سے وابستہ تھا، وہ نہ رہا، تو ارتکازِ وجود کی مکاشفاتی اپیل ختم ہو کر رہ گئی اور یوں آٹھ صدیوں کا منظر نامہ اپنے فکری مدار سے ہٹ گیا۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ (م۶۳۳ھ) نے جس خاک نشینی کی بنیاد رکھی اور جو ضابطۂ احساس مرتب کیا، اس کی بازگشت صدیوں تک چشتیہ خانقاہوں میں سنائی دیتی رہی اور آج بھی یہ خانقاہیں اس طرزِ احساس کے انوار سے محروم نہیں۔ فنونِ لطیفہ کے کتنے ہی منظر نامے ان خانقاہوں کی جمالیاتی آب و ہوا میں پھوٹتے اور برگ و بار لاتے رہے۔ شاعری، موسیقی، رقص، دھمال، کتابت، تزئین، تعمیر، نقاشی اور گفتگو کے حسنِ آہنگ اور ان کی جلوہ گری کے مناظر اس سلسلۂ عرش مقام کے خیالِ حُسن کا شعار رہے۔ پیشِ نظر انتخاب بھی اس سلسلے کی خوش خیالی اور خوش آہنگی کا مظہر ہے۔ یہ اشعار مناجاتی رنگِ سخن کے غماز بھی ہیں اور زندگی کے معنوی اور جمالیاتی اسلوب کے ترجمان بھی۔ ان میں خواب اور خیال کی رعنائی بھی ہے اور وجدان اور مکاشفے کی سچائی بھی، کیوں کہ غالب کے بہ قول:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

انتخاب:

(۱)

بگردابِ بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتیؒ

یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ مذکورہ شعر کس شاعر کے حسنِ تخیل کا ثمر ہے، لیکن صدیوں سے یہ شعر سلسلۂ چشتیہ کے اوراد و وظائف میں شامل رہا ہے اور آج بھی اس کی اپیل کم نہیں ہوئی۔

(۲)

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانی دیگر است

ایک بار شیخ علی سجزیؒ کی خانقاہ میں محفلِ سماع کے دوران میں مولانا احمد جامؒ کے اس شعر پر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (م۶۳۳ھ) پر کیفیت طاری ہوئی۔ حضور نظام الدین اولیاؒ (م۷۲۵ھ) کے بہ قول: ''(ترجمہ) جب وہاں سے گھر آئے، تو مدہوش اور متحیر تھے۔ فرماتے تھے کہ یہی شعر پڑھتے جاؤ۔ چناں چہ یہی شعر ان کے سامنے پڑھا جاتا رہا اور وہ اسی طرح متحیر رہے، سوائے اس کے کہ جب نماز کا وقت آتا، تو نماز ادا فرماتے اور پھر یہی شعر پڑھواتے اور حال آ جاتا اور حیرت پیدا ہو جاتی۔'' [۱]

سلسلۂ چشتیہ کے ملفوظاتی اور طبقاتی ادب میں تواتر کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ آخر میں قوال دوسرا مصرع بھول گئے اور مصرعِ اوّل ہی کا الاپ کرتے رہے۔ [۲] پانچویں رات اسی کیف و کم میں خواجہ صاحبؒ واصل بحق ہوئے۔ پہلی بار سنہ ۷۱۵ھ میں خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے اپنی

مجلسِ ارشاد میں اس واقعے کا ذکرِ خیر فرمایا اور امیر حسن سجزیؒ نے **فوائد الفواد** [۳] کی بیسویں مجلس میں اس کو قلم بند کیا۔

(۳)

سودای تو اندر دلِ دیوانۂ ماست
هر چہ نہ حدیثِ تست افسانۂ ماست
بیگانہ کہ از تو گفت او خویشِ من است
خویشی کہ نہ از تو گفت بیگانۂ ماست

امیر خوردؒ نے سلطان المشائخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''(ترجمہ) میں نے شیخ بدرالدین غزنویؒ سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز (یہ) دو بیتیں اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے۔'' [۴]

(۴)

ای آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ
سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

حضرت نظام الدین اولیاؒ جب پہلی بار شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکرؒ (م ۶۷۱ھ) کی خدمت میں اجودھن حاضر ہوئے، تو آپ کو دیکھتے ہی بابا صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا۔[۵] حضور نظام الدین اولیاؒ نے یہ لکھ لیا اور اپنے مجموعۂ ملفوظات میں شامل کیا۔ یہ مجموعہ اشاعت پذیر تو نہیں ہوا، لیکن اس کا تذکرہ **فوائد الفواد** کی مختلف مجالس میں ہوتا رہا۔ آج کل **راحت القلوب** [۶] کے نام سے بابا فریدؒ سے منسوب ملفوظات کا ایک مجموعہ ملتا ہے، جس کے جامع حضرت نظام الدین اولیاؒ بتائے جاتے ہیں، لیکن یہ مجموعہ محقق نہیں، وضعی ہے۔

(۵)

از حضرتِ تو سہ چیز بخواہم من
وقتِ خوش و آبِ دیدہ و راحتِ دل

یہ شعر بابا فریدؒ کی مناجات کا ہے، جو وہ حضرت صمدیت کے حضور میں کثرت سے پڑھتے تھے۔[۷]

(۶)

خواہم کہ ہمیشہ در وفای تو زیم
خاکی شوم و بزیرِ پای تو زیم
مقصودِ منِ خستہ ز کونین توئی
از بہرِ تو میرم از برای تو زیم

ایک دن بابا فریدؒ کے خادمِ خاص سید بدرالدین اسحٰقؒ کہیں باہر گئے، تو حضور نظام الدین اولیاؒ سے کہہ گئے کہ بابا صاحبؒ کے حجرے کے باہر رہنا اور حضور بابا صاحبؒ جب بھی یاد فرمائیں، تو حسب الحکم خدمت بجالانا۔ بابا صاحبؒ اپنے حجرے میں مشغول بحق تھے اور اونچی آواز سے یہ شعر ان کے ورد زباں تھے۔ حضور نظام الدین اولیاؒ کے حوالے سے سید محمد بن مبارک کرمانی المعروف بہ امیر خوردؒ نے لکھا ہے کہ

''(ترجمہ) شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز حجرے میں سر برہنہ کر کے اور چہرہ کا رنگ متغیر کر کے چاروں طرف پھرتے اور یہ قطعہ بار بار پڑھتے تھے۔'' [8]

(۷)

پیشِ سیاستِ غمش روح چہ نطق نمیزند
اے زہزار صعوہ کم بس تو نواچہ میزنی

یہ بیت اکثر و بیشتر سید بدرالدین اسحٰقؒ کے وردِ زبان رہتا تھا۔ [9]

(۸)

ورنہ مانیم عذرِ ما بپذیر
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ست
گر بمانیم زندہ بر دوزیم
دامنی کز فراقِ چاک شدہ ست

سیر الاولیا [10] میں ہے کہ:''(ترجمہ) خواجہ سالارؒ روایت کرتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ جب اخیر رات ہوتی ہے، تو ایک بیت عالمِ غیب سے میرے دل میں نزول کرتی ہے، جس پر میں بے انتہا خوش ہوتا ہوں اور ایک طرح کی تازگی مجھ میں پیدا ہوتی ہے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا۔ آج کی رات میرے دل میں یہ بیت نازل ہوئی۔'' [11]

(۹)

نہ ہمرہی تو مرا راہِ خویش گیر و برو
ترا سعادتِ بادا مرا نگوں ساری

ایک بار حضور نظام الدین اولیاؒ نے خواجہ چراغ دہلویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا:''(ترجمہ) سنو! جس زمانے میں میں اپنے خواجہ شیخِ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا، تو ایک دن کا ذکر ہے کہ اجودھن میں ایک دانش مند، جو میرا یار اور ہم سبق تھا اور مدتوں تک میں نے اور اس نے ایک جگہ تعلیم پائی تھی، میرے سامنے آیا۔ جب اس نے مجھے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا، تو دریافت کیا کہ: مولانا نظام الدین! تمھیں یہ کیسا دن پیش آیا اور تمھاری یہ کیا حالت ہوئی؟ اگر اس قدر زمانے تک تم شہر میں لوگوں کو تعلیم دیتے، تو مجتہدِ زمانہ کہلائے جاتے اور اسباب و روزگار بہت کچھ حاصل کر لیتے۔ میں نے اس یار عزیز کی یہ باتیں سن کر کچھ جواب نہیں دیا اور معذرت کر کے اپنے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ شیوخ العالمؒ نے پوچھا: نظام! اگر تمھارے یاروں میں سے مل کر کوئی کہے کہ یہ کیسا دن ہے، جو تمھیں پیش آیا ہے اور تعلیم و تعلم جو فراغت و رفاہیت کا سبب ہے، اسے ترک کر کے تم اس دہاڑے کو پہنچ گئے ہو اور اس روز میں مشغول ہوئے ہو، تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ مخدوم کا ارشاد ہو، وہی عرض کروں۔ فرمایا: اس کا جواب یوں دینا چاہیے (اور یہ شعر پڑھا)۔'' [12]

(۱۰)

خسرو کہ بنظم و نثرِ مثلش کم خواست
ملکیتِ ملکِ سخن آن خسرو راست
آن خسروِ ماست ناصر خسرو نیست
زیرا کہ خدای ناصرِ خسروِ ماست

حضور نظام الدین اولیاؒ نے یہ اشعار کہہ کر امیر خسرو کو جاودانیت عطا کر دی۔ ۱۳

(۱۱)

عشقی کہ زتو دارم اے شمعِ چگل
دل داندو من دانم و من دانم و دل

جب حضور نظام الدین اولیاؒ مشغول بحق ہوتے، تو یہ بیت کثرت سے ارشاد فرماتے۔ ۱۴

(۱۲)

در عشقِ تو کارِ خویش ہر روز
ار سر گیرم زہے سروکار

امیر خوردؒ رقم طراز ہیں کہ: ''(ترجمہ) ایک دفعہ ایک شخص نے سلطان المشائخؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدیدِ بیعت کی۔ مخدومِ جہاںؒ نے اس وقت یہ بیت زبانِ مبارک پر جاری کی۔'' ۱۵

(۱۳)

مخرام بدین صفت مبادا
کز چشمِ بدت رسد گزندے

فوائد الفواد میں ہے کہ حضور نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا: ''(ترجمہ) میں نے اب تک جب بھی سماع سنا اور تمام صفات جو گویے سے سماع میں سنیں، خرقۂ شیخ کی قسم! اس کو شیخ کے اوصاف و اخلاق پر محمول کیا۔ ایک دفعہ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کی حیات کے زمانے میں ایک مجلس میں تھا۔ گویے نے یہ شعر پڑھا اور مجھے اپنے پیر کے پسندیدہ اخلاق اور اوصاف اور بزرگی کا کمال اور ان کے بے انتہا فضل و لطافت یاد آ گئے اور ایسا رونا آیا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ قوال چاہتا تھا کہ دوسرے شعر پڑھے، مگر میں اسی کی تکرار کرتا رہا۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر جب اس بات پر پہنچے، تو رونے لگے اور فرمایا کہ اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ انھوں نے رحلت فرمائی۔'' ۱۶

(۱۴)

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد
واں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

حضور نظام الدین اولیاؒ کا فرمان ہے کہ: ''(ترجمہ) (بابا فریدؒ) ایک دفعہ چاہتے تھے کہ سماع (قوالی) سنیں، گانے والا (قوال) موجود نہیں تھا۔ بدرالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ والرضوان سے فرمایا کہ جو خط قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے بھیجا ہے، لے آؤ۔ بدرالدین نے آ کر وہ تھیلی سامنے رکھی، جس میں خطوط اور رقعے جمع تھے، (اندر) ہاتھ ڈالا، تو سب سے پہلے وہی خط ہاتھ لگا، جسے شیخ کے سامنے پیش کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر پڑھو۔ بدرالدینؒ کھڑے ہو کر وہ خط پڑھنے لگے۔ اس خط میں اس طرح لکھا گیا تھا کہ فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطاء جو درویشوں کا غلام ہے اور سر آنکھوں سے ان کے قدموں کی خاک ہے۔ شیخ نے اتنا ہی سنا تھا کہ ایک حال اور ذوق طاری ہو گیا۔ اس کے بعد یہ رباعی بھی پڑھی گئی، جو اس خط میں تھی۔'' [17]

(۱۵)

آں　روز　کہ　مہ　شدی　نمی　دانستی
کانگشت　نمائے　عالمی　خواہی　شد
امروز　کہ　زلفت　ولی　خلقی　بربود
در　گوشہ　نشتنت　نمی　دارد　سود

حضور نظام الدین اولیاؒ جب دہلی میں آئے، وہ چاہتے تھے کہ خلقِ خدا سے کہیں دور مقیم ہوں اور تنہائی میں یادِ خدا کریں۔ جس روز شہر چھوڑنے کا عزم کیا، عصر کی نماز میں ایک نوجوان آیا اور حضور کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔ [18]

(۱۶)

اے　تماشا　گاہِ　عالم　روی　تو
تو　کجا　بہرِ　تماشا　می　روی

۷۲۵ھ میں جب حضور نظام الدین اولیاؒ کا جنازہ اٹھا، تو بارگاہِ نظام کے قوال جنازے کے ہمراہ شیخ سعدیؒ کی غزل پڑھ رہے تھے۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے، تو عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ **مخزنِ چشت** [19] کے مؤلف نے **سبعِ سنابل** کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''(ترجمہ) حضرتِ خواجہؒ پر شوقِ سماع کا غلبہ طاری ہو گیا۔ آپ ہاتھ اٹھانا چاہتے تھے کہ کفن سے باہر کریں کہ پورے وجود میں جنبش پیدا ہو گئی۔ جب شیخ رکن الدین ابوالفتح نے یہ حالت دیکھی، تو قوالوں کو منع فرمایا۔'' [20]

(۱۷)

ماہِ　ہلال　ابروئ　من　عقلِ　مرا　شیدامکن
غمزہ　زناں،　زاں　سومیا، آہنگِ　جانِ　مامکن

لطائف اشرفی [21] کے حوالے سے پروفیسر نثار احمد فاروقی نے لکھا ہے کہ: ''(ترجمہ) ایک بار نہ کھانا تھا، نہ قوال تھے۔ حضرت (نظام الدین اولیاؒ) نے امیر خسروؒ سے فرمایا: ترک تم قوال بن جاؤ، میں قاری بنتا ہوں۔ پھر حضرت نے پانچ چھے آیات کی تلاوت فرمائی اور امیر خسروؒ نے لحن کے ساتھ اپنی ہی غزل پڑھی۔ حضرت پر ایسی کیفیت طاری ہوئی، جس کا بیان کرنا ممکن نہیں۔'' [22]

(۱۸)

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی
قلم بر بیدلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار [۲۳] میں جوامع الکلم [۲۴] کے حوالے سے لکھا ہے کہ:''(ترجمہ) ایک دن شیخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کو اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے اس شعر پر وجد آ گیا۔'' [۲۵]

(۱۹)

نظر در دیدہ ہا ناقص فتادہ
وگرنہ یارِ من از کس نہاں نیست

خیر المجالس [۲۶] میں ہے کہ حضور چراغ دہلویؒ اپنی مجلس ارشاد میں گاہے بگاہے یہ شعر ارشاد فرماتے تھے۔[۲۷]

(۲۰)

ہر کہ مریدِ سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

اخبار الاخیار کے مصنف نے لکھا ہے کہ سید محمد:''(ترجمہ) گیسو دراز کے لقب سے مشہور تھے، اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ کی پالکی جس طرح دوسرے مرید اٹھاتے تھے، اسی طرح سید محمدؒ بھی اٹھایا کرتے تھے، ایک دن آپ اپنے شیخ کی پالکی اٹھانے لگے، تو اس کے ایک حصے میں آپ کے بال الجھ گئے، اگر نکالتے، تو دیر لگتی اور اس سے شیخ کے کبیدہ خاطر ہونے کا خطرہ محسوس کرتے تھے، اس لیے شیخ کے عشق و محبت میں اسی کیفیت سے چلتے رہے بہت فاصلہ طے کر جانے کے بعد جب شیخ کو معلوم ہوا، تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ کی اس سچی محبت اور پکی عقیدت پر آفریں کی اور یہ شعر پڑھا۔'' [۲۸]

(۲۱)

ما طبلِ مغانہ دوش بیباک زدیم
عالی علمش برسرِ افلاک زدیم
از بہر یکی مغبچۂ می خوارہ
صد بار کلاہِ توبہ بر خاک زدیم

اخبار الاخیار میں آیا ہے کہ:''(ترجمہ) ایک دن شیخ نصیرالدینؒ محفلِ سماع میں یہ اشعار سن کر رقص کرنے لگے اور اس وقت نہایت ہی مضطرب نظر آ رہے تھے۔'' [۲۹]

(۲۲)

گاہ صوفی و گاہ قلندر چیست
چون قلندر شدی قلندر باش

حضور چراغ دہلویؒ (م ۷۵۶ھ) نے ایک بار مولانا حمید قلندرؒ (م ۷۵۷ھ) سے فرمایا کہ 'کہے صوفی گہے قلندر' کی کیفیت کو شعر میں بیان کرو۔ مولاناؒ نے فی البدیہہ یہ شعر عرض کیا۔ خیر المجالس کی نویں مجلس میں اس واقعے کا مفصل تذکرہ ہوا ہے۔ ۳۰

(۲۳)

اے اجل آن قدرے صبر کن امروز کہ من
لذتی گیرم ازاں زخم کہ برجانم زد

''۱۲۔ جمادی الاولی ۷۶۱ھ کو ایک محفل میں انھیں (خواجہ حماد کاشانیؒ) تمام رات اس شعر پر وجد و حال رہا اور صبح کو اسی وجد کے عالم میں انتقال فرمایا۔''۳۱ حماد کاشانیؒ خواجہ عماد کاشانیؒ کے فرزند اور خواجہ برہان الدین غریبؒ (م ۷۳۷ھ) کے مرید تھے۔ انھوں نے احسن الاقوال ۳۲ کے نام سے اپنے پیر و مرشد کے ملفوظات مرتب کیے۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی نے ان کی مزید دو کتابوں اسرار الطریقت اور حصول الوصول کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ خواجہ حماد کاشانیؒ کا مزار سکر بھکر (جنوبی ہند) میں ہے۔

(۲۴)

غبارِ خاطرِ عشاق مدعا طلبی است
بخلوتی کہ منم یادِ دوست بے ادبی است

یہ شعر شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کے حسنِ تخیل کا نتیجہ ہے، جو انھوں نے اپنے وصال سے تھوڑی دیر پہلے کہا اور پھر تسلسل اور تواتر سے اس کی تکرار فرماتے رہے، یہاں تک کہ ان کی روحِ مقدسہ آں سوئے افلاک پرواز کر گئی۔ ۳۳

(۲۵)

از مدرسہ بکعبہ روم یا بہ میکدہ
اے پیرِ رہ بگو کہ طریقِ صواب چیست

ایک دن نواب غازی الدین خاں کے مکان پر مجلسِ سماع ہو رہی تھی۔ قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ (م ۱۷۹۱ء) اپنے خلفا: مولانا نور محمد ثانی نارووالہؒ (م ۱۲۰۳ھ)، قاضی محمد عاقلؒ (م ۱۲۶۹ھ) اور خواجہ سلیمان تونسویؒ (م ۱۲۶۷ھ) کے ہمراہ رونق افروز تھے۔ قوال مولانا جامیؒ کی غزل پڑھ رہا تھا۔ اس شعر پر خواجہ تونسویؒ وجد میں آ گئے اور ثانی صاحبؒ اور قاضی صاحبؒ کے ہاتھ پکڑ کر قبلۂ عالمؒ کے گرد رقص کرنے لگے۔ ان کی آنکھوں سے خون بہنے لگا۔ جب وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، تو قبلۂ عالمؒ نے قوالوں کو منع کر دیا کہ اگر یہی حالت رہی، تو ہمارا درویش مر جائے گا۔ حضور تونسویؒ پر چادر ڈال دی گئی۔ وہ نمازِ ظہر تک بے ہوش رہے، پھر عالمِ صحو میں واپس آئے۔ قاضی محمد عاقلؒ اور مولوی ثانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''(ترجمہ) یہ مردِ روہیلہ بہت نیک نصیب ہے کہ ایک ہی دفعہ پرواز کر کے تجلیٔ ذات کے مقام تک پہنچ گیا ہے۔''۳۴

اسی شعر پر ایک بار مولانا خدا بخش خیر پوریؒ بھی عالمِ وجد میں آ گئے۔ گلشنِ ابرار ۳۵ میں ہے کہ: ''ایک دن احمد قوال آپ کی خدمت میں مشرف ہوا اور ایک غزل گانا شروع کی، جب اس بیت پر پہنچا، تو آپ پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔''۳۶

(۲۶)

مستم　از　بادۂ　شبانہ　ہنوز

ساقی　ما　نرفت　خانہ　ہنوز

تونسہ مقدسہ میں ایک دفعہ تہجد کے وقت محفلِ سماع برپا تھی۔حضور خواجہ سلیمان تونسویؒ کے بنگلے میں احمد قوال حافظؒ کی غزل گا رہا تھا۔ مولوی محمد علی مکھڈ ویؒ (م۱۸۳۷ء)، جو حضور تونسویؒ کے مرید و خلیفہ تھے، انھیں اس شعر پر بہت وجد ہوا۔ بعدہ انھوں نے اس عالمِ کیف میں خود بھی ایک غزل کہی، جو ان کے مجموعۂ کلام **محرابِ دعا** [۳۷] میں ملتی ہے۔ [۳۸]

(۲۷)

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ دوست

چہ کنم حرفِ دگر یاد ندادم استاد

بابا فریدالدین گنج شکرؒ (م۶۷۱ھ) کی خانقاہِ عرش مقام میں محفلِ سماع ہو رہی تھی۔ خواجہ سلیمان تونسویؒ جلوہ آرائے محفل تھے۔ قوال حافظؒ کی غزل کا الاپ کر رہا تھا۔ خواجہ گل محمدؒ (فرزندِ خواجہ تونسویؒ) کو اس شعر پر حال آیا اور وہ بے خود ہو گئے۔ خواجہ تونسویؒ نے فرمایا کہ اس پر پانی ڈالیں، جب پانی ڈالا گیا، تو بہ قولِ نجم الدین سلیمانیؒ: ''ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے گرم لوہے پر پانی ڈالا جاتا ہے۔ آخر کچھ عرصے بعد ہوش آیا۔ اس دن کے بعد حضرت غوثِ زماںؒ نے آپ کو مجلسِ سماع میں جانے سے منع فرما دیا تھا۔'' [۳۹]

(۲۸)

مرحبا　ترک　مست　رعنائی

دل　زما　می　بری　بہ　یغمائی

در　جہاں　نیست　کس　بہ　تو　مانند

بے　نظیری　بحسن　و　زیبائی

محوِ　مطلق　شود　ہمہ　عالم

چون　نقاب　از　جمال　بکشائی

مناقب المحبوبین [۴۰] میں درج ہے کہ: ''(ترجمہ) حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے بعد پہلا عرس تھا یا دوسرا۔ خانقاہ میں بوقتِ چاشت محفلِ سماع تھی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے تمام خلفا موجود تھے۔ قوالوں نے شیخ جمال چشتی (مرید و خلیفہ قبلۂ عالمؒ) کی غزل گانا شروع کی، جس کے تین شعر یہ تھے۔

حضرت غوثِ زماںؒ پر اس قدر وجد غالب ہوا کہ عین وجد میں صاحبزادہ غلام مصطفیٰ بن خواجہ نور الصمد شہیدؒ کو اپنے کندھے پر اٹھایا۔ وہ اس وقت چھوٹے بچے تھے اور مجلس میں موجود تھے۔ اسی حالت میں کبھی حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضہ کے اندر جاتے تھے اور کبھی باہر مجلس میں آتے تھے۔ چند بار ایسا ہوا، بعد میں جب بے ہوشی غالب ہونے لگی، تو صاحبزادہ صاحب کو گردن سے اتارا اور خود زمین پر بے ہوش گر پڑے۔ جب نبض دیکھی، تو نبض نہ ملی۔ نواب غازی الدین خاں نے کہا کہ یہ تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ والا واقعہ ہو گیا ہے، جب کہ وہ حضرت

احمد جامؒ کے اس شعر پر وجد کی حالت میں فوت ہو گئے تھے:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانی دیگرست

پس ہر ایک کو گمان ہوا کہ حضرت غوثِ زماںؒ فوت ہو گئے، مگر جب نمازِ ظہر کا وقت آیا، تو آپ کو ہوش آ گیا۔ آپ اٹھے اور نماز پڑھی۔'' [۴۱]

(۲۹)

حدیثِ حسن ِیوسف را کجا دانند اخوانش
زلیخا را بپرس ازوی کہ صد شرح و بیاں دارد

مولانا محمد علی مکھڈیؒ نے ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں رحلت فرمائی۔ جب ان کے وصال کی خبر مکھڈ سے تونسہ مقدسہ پہنچی، تو خواجہ تونسویؒ نے مولانا کا بہت ذکرِ خیر فرمایا اور ان کا یہ شعر پڑھا۔ [۴۲]

(۳۰)

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الحال بصورتِ طلا شد

خواجہ تونسویؒ کے وصال کا وقت آیا، تو آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ [۴۳]

(۳۱)

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نہ میرد

جس روز خواجہ تونسویؒ کا وصال ہوا، آپ کے پوتے اور جانشینِ اوّل اللہ بخش تونسویؒ (م ۱۹۰۱ء) نے آپ کو سہارا دے رکھا تھا۔ خدام نے عرض کیا کہ: حضور! اللہ بخش تونسویؒ پر نظر کرم فرمایے۔ خواجہ تونسویؒ نے فرمایا: ''و نفخت فیه من روحی...... نیز یہ شعر پڑھا۔ [۴۴]

بعض کتابوں میں اس شعر کے مصرعِ دوم میں 'مقبلاں' کی جگہ 'چشتیاں' بھی لکھا ہوا ملتا ہے۔

(۳۲)

گاہ ازدمِ مسیحا گاہ از دہانِ ناقوس
صاحبدلاں شناسند آوازِ آشنا را

خواجہ تونسویؒ کے خلیفہ محمد علی شاہ خیر آبادیؒ فارسی کے خدائے سخن حافظ شیرازیؒ کے کلام کے بہت دلدادہ تھے۔ سفر و حضر میں حافظ کا دیوان ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ امام الدین مہارویؒ نے گلشنِ ابرار میں لکھا ہے کہ: ''میاں محمد سوکڑی کہتے ہیں کہ میں ایک بار اجمیر شریف کے سفر میں ان کے ساتھ تھا۔ اجمیر شریف سے بیس کوس کے فاصلے پر جب ہم قصبہ میرنہ میں پہنچے، تو ایک جامع مسجد میں ٹھہرے۔ شام کے وقت ایک برہمن نے ناقوس بجایا۔ جونہی شاہ صاحب نے سنا، ان پر وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ وہاں کے قاضی اللہ بخش نے یہ حال دیکھا،

جب یہ حالت فرو ہوئی، پوچھا کہ تم عجیب فقیر ہو کہ کفار کے سُکھ پر وجد کرتے ہو (انھوں نے)، فوراً حافظ صاحب کا یہ شعر پڑھا۔[۴۵]

حواشی

۱۔ امیر حسن سجزیؒ: فوائد الفواد: خواجہ حسن نظامی ثانی (مترجم): لاہور، زاہد بشیر پرنٹرز: س۔ن: ص ۳۷۸

۲۔ بحوالہ مخزنِ چشت: امام الدین مہارویؒ/افتخار احمد چشتی (مترجم): فیصل آباد، چشتیہ اکادمی: ۱۹۸۹ء: ص ۲۱۲

۳۔ فوائد الفواد حضور نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظاتِ گرامی کا مستند اور محقق مجموعہ ہے۔ اس میں ۱۸۸ مجالس کا احوال رقم ہوا ہے۔ اس کے مرتب امیر حسن سجزی ہیں۔ انھیں سعدیِ ہندوستان بھی کہا جاتا ہے۔ فوائد الفواد کے علاوہ مخ المعانی اور دیوانِ حسن بھی ان سے یادگار ہیں۔ دنیا کے مختلف کتب خانوں میں اس کتاب کے قلمی نسخے مل جاتے ہیں۔ اصل متن پہلی بار نول کشور کے اہتمام سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں محمد لطیف ملک نے اس کا تنقیدی ایڈیشن تیار کر کے محکمۂ اوقاف، لاہور سے شائع کرایا۔

فوائد الفواد کے اردو میں کئی ترجمے بھی ہوئے ہیں۔ مترجمین میں: غلام احمد بریاں، پروفیسر محمد حبیب، شمس بریلوی اور خواجہ حسن نظامی ثانی وغیرہم شامل ہیں۔

۴۔ امیر خورد: سیر الاولیا: غلام احمد بریاں (مترجم): لاہور، مشتاق بک کارنر: س۔ن: ص ۲۵۸

۵۔ بحوالہ فوائد الفواد: ص ۱۹۸۔۱۹۷

۶۔ چشتیہ سلسلے کی خانقاہوں اور دوسرے کتب خانوں میں راحت القلوب کے کتنے ہی قلمی نسخے موجود ہیں، مگر ان میں سے کوئی بھی قدیم نہیں۔ ملا واحدی نے بزمِ فرید کے عنوان سے اس کا اردو ترجمہ کیا تھا، جو خواجہ عابد نظامی (مدیر ماہنامہ درویش لاہور) کی کوشش سے دوسری بار لاہور سے اشاعت پذیر ہوا۔ نظامی صاحب نے اس کا نام بدل کر راحت القلوب کر دیا ہے۔

۷۔ بحوالہ سیر الاولیا: ص ۵۷۴

۸۔ سیر الاولیا: ص ۲۰۲

۹۔ بحوالہ سیر الاولیا: ص ۲۶۶

۱۰۔ سیر الاولیا چشتی سلسلے کے صوفیہ کا اوّلین تذکرہ ہے، جسے سید محمد بن مبارک کرمانیؒ نے مرتب کیا۔ ادب و تاریخ میں سید محمد امیر خورد کے لقب سے معروف ہیں۔ ان کا خانوادہ اولاً اجودھن میں مقیم اور بابا صاحبؒ کے دامنِ رحمت سے وابستہ تھا، بعد میں ہجرت کر کے دہلی چلا گیا اور نظام الدین اولیاؒ کی خانقاہ سے متعلق رہا۔ سیر الاولیا کے قلمی نسخے چشتیہ سلسلے کی خانقاہوں میں مل جاتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی زیادہ قدیم نہیں۔ البتہ ایشیاٹک لائبریری کولکتہ اور انڈیا آفس لائبریری لنڈن میں اس کے قدیم نسخے محفوظ ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں اسے پہلی بار شائع کرنے کا اعزاز چرنجی لال کو حاصل ہوا۔ اب یہ مطبوعہ ایڈیشن چرنجی لال کے نام ہی سے موسوم ہے۔ اسلام آباد سے اس ایڈیشن کو عکساً بھی شائع کیا گیا ہے۔ غلام احمد بریاں نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔

۱۱۔ سیرالاولیا:ص۲۰۸

۱۲۔ سیرالاولیا:ص۳۴۴

۱۳۔ بحوالہ سیرالاولیا:ص۴۲۳

۱۴۔ بحوالہ سیرالاولیا:ص۲۰۶

۱۵۔ سیرالاولیا:ص۲۰۶

۱۶۔ سیرالاولیا:ص۴۶۵

۱۷۔ فوائدالفواد:ص۳۸۶

۱۸۔ بحوالہ فوائدالفواد:ص۳۷۵

۱۹۔ مخزنِ چشت امام الدین مہاروی کی فارسی تصنیف ہے، جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ البتہ اس کا اردو ترجمہ عام طور پر مل جاتا ہے۔ تین قلمی نسخے چشتیاں شریف میں محفوظ ہیں۔ اس میں مصنف نے چشتی سلسلے کے صوفیہ کے احوال و آثار کو مرتب کیا ہے۔

۲۰۔ مخزنِ چشت:ص۲۶۶

۲۱۔ لطائفِ اشرفی سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے ان کے مرید نظامی یمنی نے مرتب کیا۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ اس کا ایک حصہ قیامِ پاکستان سے قبل دہلی سے شائع ہوا تھا۔ پوری کتاب کبھی بھی زیورِ طباعت سے آشنا نہیں ہوئی۔ البتہ کراچی سے تین جلدوں میں اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ نیشنل میوزیم کراچی کے کتب خانے میں اس نسخے کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے، جس کے کاتب سید رحیم اللہ ہیں۔ یہ نسخہ ۱۱۵۰ھ میں یکدلا صوبہ الہ آباد میں لکھا گیا۔

۲۲۔ مقدمہ مشمولہ فوائد الفواد:ص۱۱۱

۲۳۔ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں برِصغیر پاک و ہند کے مختلف سلاسل کے صوفیہ کے احوال قلم بند کیے گئے ہیں۔ کتاب فارسی میں ہے۔ اردو ترجمہ مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل نے کیا ہے۔ آج کل اصل کتاب اور اس کا ترجمہ دونوں کمیاب ہیں۔

۲۴۔ جوامع الکلم سید محمد گیسو درازؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو ان کے صاحبزادے محمدؒ نے مرتب کیا۔ اصل مجموعہ فارسی میں ہے اور ابھی تک طباعت کی روشنی سے محروم ہے۔ البتہ اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے۔

۲۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار: کراچی، مدینہ پبلشنگ ہاؤس: س۔ن:ص۱۸۰

۲۶۔ خیر المجالس حضور چراغ دہلویؒ کا ملفوظاتی مجموعہ ہے، جسے مولانا حمید قلندر نے جمع کیا۔ ۱۹۵۹ء میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس کا تنقیدی ایڈیشن مرتب کیا۔ اصل متن کی اشاعت سے برسوں پہلے مولانا احمد علی نے اس کا اردو ترجمہ کیا تھا، جسے غلام احمد بریاں نے دہلی سے شائع کیا۔ خیر المجالس ۷۵۵ اور ۷۵۶ھ کی سو مجالس کے احوال پر مشتمل ہے۔

۲۷۔ اخبار الاخیار:ص۱۸۳

۲۸۔ اخبار الاخیار:ص۲۸۵

۲۹۔ اخبار الاخیار:ص۱۸۰

۳۰۔ بحوالہ خیر المجالس: حمید قلندر، پروفیسر خلیق احمد نظامی (مرتب): علی گڑھ، مسلم یونی ورسٹی: ۱۹۵۹ء: ص ۴۷-۴۵

۳۱۔ نقدِ ملفوظات: لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ: ۱۹۸۹ء: ص ۹۵-۹۴

۳۲۔ احسن الاقوال سلسلۂ چشتیہ کا اہم مجموعۂ ملفوظات ہے۔ یہ کتاب اصلاً فارسی میں ہے اور ابھی تک طباعت سے محروم......ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے نقدِ ملفوظات میں اس کے ایک قلمی نسخے کی خبر دی ہے۔ لگتا ہے کہ یہ نسخہ منحصر بہ فرد ہے۔

۳۳۔ فیض احمد فیض: مہرِ منیر: لاہور، پرنٹنگ پروفیشنلز: ۲۰۰۶ء: ص ۳۶۲

۳۴۔ نجم الدین سلیمانی: مناقب المحبوبین افتخار احمد چشتی (مترجم): لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن: ۱۹۷۷ء: ص ۱۷۴

۳۵۔ گلشنِ ابرار امام الدین مہاروی کی تصنیف ہے۔ اصلاً یہ کتاب فارسی میں ہے اور ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ مولوی صالح محمد صالح ادیب تونسوی نے اس کا اردو ترجمہ حدیقۃ الاخیار کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ، ان کی اولاد و امجاد اور خلفا کا تذکرہ اور ان کے ملفوظات جمع کیے گئے ہیں۔ مہار شریف اور اس خانقاہ کے نیاز مندوں کے ہاں اس کے قلمی نسخے محفوظ ہیں۔

۳۶۔ خواجہ امام الدین مہارویؒ: حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار: صالح محمد صالح ادیب تونسوی (مترجم): چشتیاں شریف، مکتبہ النور: ۲۰۰۵ء: ص ۱۷۴

۳۷۔ محرابِ دعا مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے فارسی اور پنجابی کلام کا مجموعہ ہے، جسے خانقاہ مولانا مکھڈی سے وابستہ ایک خوش ذوق نوجوان محمد ساجد نظامی نے مرتب کیا۔ ساجد نظامی کا ماخذ مولانا عبدالنبی کا مخطوطہ تذکرۃ المحبوب ہے، جس کے دو قلمی نسخے مکھڈ شریف کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

۳۸۔ مناقب المحبوبین: ص۲۱۶

۳۹۔ مناقب المحبوبین: ص۲۰۱

۴۰۔ خواجہ سلیمان تونسویؒ کے مرید و خلیفہ نجم الدین سلیمانی (م ۱۸۷۰ء) کی تصنیف لطیف ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے اور مطبوعہ ہے۔ پروفیسر افتخار احمد چشتی نے اس کا ترجمہ اور تلخیص بھی کی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے تمام چشتی صوفیہ کا تذکرہ کیا ہے۔ مترجم نے کتاب کے آخر میں خانقاہِ تونسہ کے خواجگان کے مختصراً احوال قلم بند کیے ہیں۔ نجم الدین سلیمانی کثیر التصنیف بزرگ تھے۔ اردو فارسی نظم و نثر میں ان سے کئی کتابیں یادگار ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے تاریخِ مشائخ چشت نے ان کی ۳۱ کتابوں کے نام دیے ہیں۔

۴۱۔ مناقب المحبوبین: ص۱۷۵

۴۲۔ مناقب المحبوبین: ص۲۱۷

۴۳۔ بحوالہ مناقب المحبوبین: ص۱۹۶

۴۴۔ مناقب المحبوبین: ص۱۹۷

۴۵۔ حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار: ص۲۲۲

Abstract

This study is a selection of some of the most popular persian verses which have been frequently quoted in the " Mahafils" of chishtia order for centuries. These verses carry the essence of spiritual wisdom of this order. They also reflect the great tradition of the orality our part of the world. In the preseent study these verses have been given with the contexts in whcih they were quoted.